کا مذاق اڑایا گیا ہے، صدر یحییٰ خان صاحب کے دل میں ملک و ملت کی بھلائی اور دینی اقدار کے تحفظ کا جذبہ موجزن ہے، تو چاہئے کہ اولین فرصت میں ایک آرڈیننس کے ذریعہ ان قوانین کو واپس لے لیا جائے جسے نہ تو عوام کے نمائندہ کسی اسمبلی نے تسلیم کیا نہ خواصِ امت علماء اسلام نے، پھر کیا وجہ ہے کہ عہد ایوبی کے آئین کے منسوخ ہونے کے باوجود یہ غیر اسلامی قوانین نافذ العمل رہیں، ہمارا ایمان ہے کہ کتاب و سنت میں مداخلت اور ان میں تحریف کا لازمی نتیجہ خدا کے عذاب کو دعوت دینا ہے، اور جب سے ان قوانین کا منحوس سایہ ملک پر پڑا ہے اسی دن سے یہ ملک خدا کی دی ہوئی نعمتِ طمانیت سے محروم ہو چکا ہے اور اگر ناگوارِ خاطر نہ ہو تو بہ صد ادب و خیر خواہی یہ بھی گذارش کریں کہ اگر واقعی اس ملک کی حقیقی فلاح، سلامتی اور پائدار امن مطلوب ہے تو جلد از جلد عملی شکل میں کتاب و سنت کی فرمانروائی کی کوئی صورت پیدا کی جائے، اس بارہ میں ۲۲ سال سے ہمارے حکمرانوں کا جو طرزِ عمل رہا ہے اسی نے یہاں سوشلزم اور دیگر لادینی نظریات کے لئے میدان تیار کیا ہے، یہاں تک کہ محض کھوکھلے اسلام کے نعروں کو اب عوام ایک پُر فریب سنہری جال قرار دینے لگے ہیں۔ ادھر اسطرح ہماری غفلت، ایفائے عہد سے گریز اور مومنانہ قوتِ فیصلہ کی کمی کی وجہ سے دین کی استخفاف کی ایک صورت پیدا ہو گئی ہے جس کا وبال ہم سب پر پڑے گا۔ اگر ہم سچے دل سے اسلام کو ایک دفعہ بھی یہاں قوتِ حاکمہ بن جانے کا موقع نہیں دیتے تو یاد رکھیں کہ ہماری مشکلات نہ تو انتخابات سے حل ہو سکتی ہیں اور نہ سوشلزم یا یورپ سے برآمد کردہ لادینی جمہوری نظام سے صدر صاحب کو خداوند کریم نے گیارہ کروڑ مسلمان بندوں کی عنانِ اقتدار سونپ دی ہے، اب ان کی مرضی ہے کہ اس سنہری موقع کو غفلت کی نذر کریں یا اپنے آپ کو اس ارشاد کا مخاطب قرار دیں کہ — یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ ۔ اے یحییٰ اللہ کے دین اور اسکی کتاب کو مضبوطی سے تھام لے۔

ہمارا سرکاری نظامِ تعلیم اور جدید تعلیمیافتہ طبقہ دین اور اسلامی علوم سے کتنی تیزی سے دور ہوتا جا رہا ہے، اس کا کچھ اندازہ ذیل کے ایک جائزہ سے لگائیے جو ایک ثقہ اور فاضل شخص کا فراہم کیا ہوا ہے۔ اور پھر اس کے ساتھ یہ بھی نگاہ میں رکھئے کہ ہمارے فکری اور معاشرتی انتشار اور عدم استحکام کے ایک اہم بنیادی سبب نئی پود کی عصری تعلیم گاہوں میں مذہب اسلامی زبان عربی اور اسلامیات سے بے بہرہ ہونا ہے، اس وقت ساری ذمہ داری طبقاتی تفاوت اور معاشی عدم توازن پر ڈالی جا رہی ہے۔ مگر اس ساری بے چینی اور اضطراب کو فقط معدہ اور پیٹ کے پیمانے سے ناپنا اور ملک

کی دیگر تمام تعلیمی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کے زوال اور اس کے محرکات سے صرف نظر کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ عربی ہماری اسلامی اقدار اور تعلیمات کی ترجمان ہے اس کے ساتھ حکومت کی بے اعتنائی اور ہماری بے حسی کا نتیجہ کیا ظاہر ہوا۔ اس کا جواب اعداد و شمار کی زبان سے سنئے ؛

۱۹۵۲ء میں ۳۶۵۵۸ طلباء و طالبات نے میٹرک کا امتحان دیا ان میں عربی پڑھنے والے ۵۳۴۰ تھے، پانچ سال بعد ۱۹۵۷ء میں ۵۸۲۷۰ طلباء و طالبات نے میٹرک کا امتحان دیا ان میں عربی پڑھنے والے ۴۲۱۷ رہ گئے، دس سال بعد ۱۹۶۲ء میں ۵۸۲۷۰ طلباء و طالبات نے میٹرک کا امتحان دیا ان میں عربی پڑھنے والے ۳۲۴۸ رہ گئے، پندرہ سال بعد ۱۹۶۷ء میں ۹۹۶۷۲ طلباء و طالبات نے میٹرک کا امتحان دیا ان میں عربی پڑھنے والے ۴۹۹۲ تھے۔

گویا ۱۹۵۲ء میں میٹرک میں عربی پڑھنے والوں کا تناسب ساڑھے چودہ فی صد تھا، لیکن پندرہ سال بعد جبکہ طلباء کی مجموعی تعداد میں ۱۷۳ فیصد اضافہ ہو گیا۔ عربی خواں طلباء و طالبات کا تناسب پانچ فیصد سے بھی کم ہو گیا۔ یعنی طلباء کی تعداد ساڑھے چھتیس ہزار سے ایک لاکھ ہو گئی مگر عربی خواں ۵۳۴۰ سے گھٹ کر ۴۹۹۲ رہ گئے۔ ۱۹۵۲ء میں ایف اے میں پرانے نصاب کے اندر بارہ ہزار آٹھ سو اڑتالیس طلباء شریک امتحان ہوئے، ان میں ۱۱۱۵ عربی خواں تھے پندرہ سال بعد طلباء کی تعداد پچپن ہزار سات سو ستاسی ہو گئی۔ اور عربی خواں طلباء کی تعداد ۱۱۱۹، گویا پندرہ سال میں طلباء کی تعداد میں ۳۳۳ فی صد اضافہ ہوا۔ لیکن عربی خواں طلباء و طالبات ۸½ فیصد سے گھٹ کر صرف دو فیصد رہ گئے ــــ اسی سے بی اے، ایم اے کلاسز میں عربی کی تدریس کا اندازہ کر لیجئے۔

یہی حال اسلامیات کا ہے میٹرک تک اسے لازمی قرار دینے کے باوجود اب تک اس کے لئے کوئی مستقل اور قابل افادیت کتاب مرتب نہیں کرائی گئی۔ ایف اے میں اسلامیات محض اختیاری مضمون ہے وہ بھی صرف آرٹس کے طلباء کے لئے موجودہ قوانین کی رو سے مغربی پاکستان میں ایف ایس سی کا کوئی طالب العلم عربی کسی صورت میں نہیں لے سکتا۔ بی اے کے لئے کراچی اور حیدر آباد یونیورسٹی میں اسلامی تعلیم کا ایک پرچہ لازمی ہے، لیکن پشاور اور پنجاب یونیورسٹیوں میں نہیں۔ فنی اور پیشہ ورانہ اداروں میں یعنی مغربی پاکستان کے کسی میڈیکل کالج، لاء کالج، کامرس کالج، انجینئرنگ کالج میں اسلامیات کے نام کی کوئی چیز شامل نصاب نہیں، جبکہ ان فنی (TECHNICAL) اور پیشہ ورانہ (PROFESSIONAL) اداروں کی تعداد مغربی پاکستان میں ۸۵ فیصد ہے۔ گویا ہمارے وکلاء ڈاکٹروں اور انجینئروں کو دینی تعلیم سے بے بہرہ رکھنا سرکاری پالیسی ہے۔